التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد: ۹، شمارہ: ۲۶، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵ء

پاکستانی جامعات میں شاہ ولی اللہؒ شناسی
پی۔ایچ۔ڈی کے سطح کے تحقیقی مقالات کا توضیحی اشاریہ

محمد انس حسان
لیکچرار، شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج جہانیاں

Abstract

Imam Shah Wali Ullah (1703-1762) has influnced the literary circle of the Sub-Continent very deeply. He was interpreter of Quran and Hadith as well as thinker and researcher of first rank. He has been paid tribute due to his literary qualities by many scholars. That is why a great number of books and articles about him is found. Chairs with reference to this great personality have been established by various universities. Many universities have awarded the degrees of M.A, M.Phil and P.h D to the students who have worked on his thoughts and mode of thinking. Even then the need of standard research in this regard can be felt. It was needed that an explanatory concordance about the research work done.in our universities should be compiled. I have tried to collect and compile the data regarding research done on Shah Wali Ullah in any university of Pakistan. So explanatory concordance regarding research Thesises of P.h D level written on Shah Wali Ullah is presented in first phase.

Key words: Shah Waliullah, Ph.D dissertations, Pakistani Universities

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ بمطابق ۲۱/فروری ۱۷۰۳ء چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت شیخ محمد پھلتی کی صاحبزادی فخر النسا کے بطن سے پیدا ہوئے۔(۱) آپ کا نام قطب الدین بختیار کاکیؒ کے نام پر ''قطب الدین'' رکھا گیا جبکہ تاریخی نام ''عظیم الدین'' ہے۔(۲) تاہم ''ولی اللہ'' کے نام سے آپ کو شہرت ملی۔ آپ کے والد شاہ عبدالرحیم دہلویؒ (۱۶۴۴ء۔۱۷۱۸ء) بہت بڑے عالم دین اور صوفی تھے۔ انہوں نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کی تدوین میں حصہ لیا تھا۔ شاہ صاحبؒ کا سلسلۂ نسب والد کی طرف سے تیس واسطوں سے حضرت فاروق اعظمؓ تک اور والدہ کی طرف سے امام موسیٰ کاظمؒ تک پہنچتا ہے۔ ہندوستان کے اس وقت کے رواج کے مطابق شاہ صاحبؒ نے پندرہویں سال میں تعلیم سے فراغت حاصل کرلی۔ اسی دوران آپ

کی شادی آپ کے ماموں کی بیٹی اور شیخ محمد عاشق پھلتی (۱۶۹۹ء۔۱۷۷۴ء) کی بہن ''امۃ الرحیم'' سے ہوئی، تاہم مختصر عرصہ ہی میں اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادے شیخ محمد (۳) جبکہ ایک صاحبزادی امتہ العزیز (۴) تھیں۔

شاہ صاحبؒ نے دوسرا عقد ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء میں سونی پت میں ''بی بی ارادت'' سے کیا اور ان کے بطن سے نو اولادیں ہوئیں جن میں سے درج ذیل چار فرزندان گرامی کو خصوصی شہرت نصیب ہوئی۔ شاہ عبدالعزیز (۱۷۴۵ء۔۱۸۲۲ء)، شاہ رفیع الدین (۱۷۴۹ء۔۱۸۱۸ء)، شاہ عبدالقادر (۱۷۵۲ء۔۱۸۱۵ء) اور شاہ عبدالغنی (۱۷۵۵ء۔۱۷۸۸ء)۔

شاہ صاحبؒ نے تحصیلِ علم کے بعد کم وبیش ۱۲ سال تک اپنے والد کے قائم کردہ ''مدرسہ رحیمیہ'' میں درس دیا، جن میں سے تین سال ایسے ہیں جن میں وہ اپنے والد کی زندگی میں درس دیتے رہے۔ ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء کے آخر میں حج سے مشرف ہوئے اور زیارت کے ساتھ ساتھ شیوخِ حدیث (بالخصوص شیخ محمد طاہر مدنیؒ) سے خوب کسبِ فیض کیا۔ شاہ صاحبؒ کی عمر اس وقت ۳۰ سال تھی۔ (۵) ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء میں آپ نے دوبارہ مناسک حج ادا کیے اور ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء کے اوائل میں واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ (۶) اسی سفر میں آپ کو ایک روحانی مکاشفہ کے ذریعہ بتایا گیا کہ وہ ''قائم الزماں'' ہیں۔ (۷) اور برعظیم کے معروضی حالات میں انہیں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ چنانچہ اس سفر سے واپس آ کر شاہ صاحبؒ نے برعظیم کے حالات کا عمیق مشاہدہ کرنے کے بعد مختلف شعبوں میں زوال کے اسباب اور ان کے حل کے لیے ایک واضح اور مکمل نظامِ فکر کو اپنی متعدد کتب میں مرتب کیا۔ ان کے بعد اس فکر کو ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے عام فہم انداز میں عوامی سطح پر متعارف کروایا۔

بنا بریں شاہ صاحبؒ مدرسہ رحیمیہ کی تدریسی ذمہ داریاں اپنے فرزندِ ارجمند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کو منتقل کر کے خود تصنیفی مصروفیات میں مشغول ہو گئے۔ جن کی ترتیب وتسوید کا کام ان کے ماموں زاد اور دوست شیخ محمد عاشق پھلتیؒ نے سرانجام دیا۔ مولانا نسیم احمد فریدی کے مطابق شاہ صاحبؒ کی کتب کی تعداد ۶۱ کے قریب ہے۔ انہوں نے شاہ صاحب سے غلط طور پر منسوب آٹھ کتب کا ذکر بھی کیا ہے۔ (۸) لیکن ڈاکٹر محمد مظہر بقاؒ کے مطابق آپؒ کی تصنیف کردہ کتب کی تعداد ۳۷ ہے۔ (۹) البتہ آٹھ غلط طور پر منسوب کتب کا وہ بھی اعتراف کرتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کے سب سے پہلے اردو سوانح نگار رحیم بخش کے مطابق شاہ صاحبؒ کی کتب کی تعداد تو ۱۰۰ سے بھی متجاوز ہیں تاہم انہوں نے شاہ صاحبؒ کی ۴۵ کتب کا ذکر کیا ہے۔ (۱۰) محض ۶۱ سالہ زندگی میں سے ۲۸ سالہ تصنیفی زندگی میں ۶۱ علمی کتب ورسائل کی تصنیف ایک محیر العقول کام ہے جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔

آپؒ کے مرض الموت کا آغاز بڈھانہ (ضلع مظفر نگر) سے ہوا۔ ۱/ جولائی ۱۷۶۲ء کو آپ علاج کے لیے دہلی تشریف لائے اور اپنے مرید وشاگرد بابا فضل اللہ کشمیری کے مکان پر قیام کیا۔ ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بمطابق ۲۰/ اگست ۱۷۶۲ء جمعہ کے دن ظہر کے وقت آپ کا انتقال ہوا۔ منہدیاں کے قبرستان میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ ''او بود امام اعظم دین'' سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

شاہ ولی اللہ کی شخصیت کئی حوالوں سے اہمیت کی حامل ہے۔ وہ بیک وقت مفسر ومحدث ہونے کے ساتھ ایک بلند درجہ کے مفکر اور فلاسفر بھی ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ تمام مسلک اور مکاتب فکر میں یکساں مقبول ہیں۔ ان کی انہی گوناگوں خصوصیات

کو مختلف اہل علم نے اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔مختلف ممالک میں ان پر تحقیق کے لیے باقاعدہ ریسرچ سینٹر قائم ہیں۔(۱۱) اگر چہ ان پر اب تک کافی کام ہوا ہے لیکن اب بھی معیاری کام کی گنجائش باقی ہے۔مولانا مختار عالم حق نے شاہ صاحب کی اپنی کتب کا اشاریہ مرتب کیا ہے، جو شاہ صاحب کی مختلف کتب کے جملہ ایڈیشنز کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے کہ کون سی کتاب کب کب اور کہاں کہاں سے طبع ہوئی۔(۱۲)اسی طرح محترم ذوالقرنین اختر نے شاہ صاحب کی شخصیت اور فکر پر مختلف مجلّات میں طبع ہونے والے ۲۳۰ مضامین کا اشاریہ مرتب کیا ہے۔(۱۳) پاکستان میں شاہ صاحب کی قلمی کتب کے حوالے سے ڈاکٹر سفیر اختر نے بھی ایک مضمون تحریر کیا ہے۔(۱۴)ان سب کاموں کو چونکہ کافی عرصہ ہوگیا اس لیے ان میں مزید تحقیق اور توسیع کی گنجائش موجود ہے۔ضرورت تھی کہ پاکستانی جامعات میں شاہ صاحب پر ہونے والے کام کا بھی اشاریہ مرتب کیا جائے جو راقم نے کافی محنت سے مرتب کیا ہے۔گو شاہ صاحب پر مرتب کئے گئے پیش نظر اشاریہ کو بھی حتمی اور مکمل نہیں کہا جاسکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ پاکستانی جامعات میں شاہ صاحب پر ہونے والے تحقیقی کام کے حوالے سے کافی حد تک معلومات اس اشاریہ میں آ گئی ہیں۔راقم کی اب تک کی تحقیق کے مطابق پاکستانی جامعات میں شاہ صاحب پر مختلف سطح کے اسّی (۸۰) کے قریب تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ ذیل میں شاہ صاحب پر لکھے گئے پی۔ایچ۔ڈی سطح کے تحقیقی مقالات کا توضیحی اشاریہ پیش خدمت ہے۔اگلے مرحلے میں ایم۔فل اور پھر ایم۔اے سطح کے تحقیقی مقالات کا توضیحی اشاریہ بھی پیش کیا جائے گا۔ان شاءاللہ۔

....

عنوان مقالہ:اصول فقہ میں شاہ ولی اللہ کا مسلک،فروع میں ان کے رجحانات اوراجتہاد میں ان کے مقام کی تعین

مقالہ نگار:محمد مظہر بقا

نگران مقالہ:سید محمد یوسف

سیشن:۱۹۶۸ء

درجہ:پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ:علوم اسلامی (جامعہ کراچی)

صفحات:۷۸۴

مقالہ نگار نے مقالے کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

☆ پہلے باب میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے دور کے سیاسی ومعاشرتی حالات اور شاہ صاحب کی شخصیت وخدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔اس ضمن میں شاہ صاحب کی تصانیف پر بھی بڑی جامع بحث کی گئی ہے۔

☆ دوسرے باب میں ''کتاب'' کے عنوان کے ذیل میں شاہ صاحب کے حوالے سے محکم ومتشابہ اور نسخ پر بحث کی گئی ہے۔

☆ تیسرے باب میں ''سنت'' کے عنوان سے سنت کی تعریف اور تعارض وترجیح پر بحث کی گئی ہے۔

☆ چوتھے باب میں متعلقات کتاب وسنت کے ذیل میں تاویل، دلالت، عام وخاص، حقیقت ومجاز، امر ونہی، مطلق ومقید کی بحث کی

گئی ہے۔

☆ پانچویں باب میں شاہ صاحب کے حوالے سے اجماع پر بحث کی گئی ہے۔

☆ چھٹے باب میں شاہ صاحب کے حوالے سے قیاس پر بحث کی گئی ہے۔

☆ ساتویں باب میں استدلال، استحسان، مصالح مرسلہ، استصحاب اور کشف والہام پر بحث کی گئی ہے۔

☆ آٹھواں باب اجتہاد کے عنوان سے ہے اور اس میں اجتہاد اور تقلید کے حوالے سے دو مبحث قائم کیے ہیں۔

یہ مقالہ کتابی شکل میں ''اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ'' کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۳ء میں ادارۂ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد) سے شائع ہوا اور اس کی دوسری اشاعت بقاء پبلیکیشنز (کراچی) سے ۱۹۸۶ء میں عمل میں آئی۔ اس کی پہلی اشاعت سے قبل پروفیسر ڈاکٹر صغیر حسن معصومی نے اپنے پیش لفظ میں لکھا تھا کہ اس کی ایڈیٹنگ کی طرف خاص توجہ کی گئی۔ ان اصلاحات کے حوالے سے مقالہ نگار کی رائے ہے کہ اس ایڈیٹنگ کے نتیجے میں عنوانات اور عبارتوں میں جہاں جہاں اصلاحات عمل میں آئیں ان میں سے بعض اصلاحات اچھی اور مفید بھی ہیں۔ لیکن بعض اصلاحات سے مقالہ نگار مطمئن نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں حذف، تغیر اور تحریف کی ایسی صورتیں بھی پیش آئی ہیں جو کسی بھی مصنف کے لئے قابل برداشت نہیں ہوسکتیں۔ مقالہ نگار کے مطابق اس ایڈیشن میں ہزاروں الفاظ اور جملے نامناسب طور پر بھی تبدیل کئے گئے ہیں۔ سینکڑوں عبارتیں اور دسیوں پیراگراف حتی کہ تین تین صفحات حذف کر دیئے گئے ہیں۔ صرف مقدمہ کے ۱۰۱ صفحات میں سے تقریباً ۲۰۰ سطریں اور مجموعی طور پر پوری کتاب سے تقریباً ۱۰۰۰ اسطریں حذف کر دی گئی ہیں کہیں کہیں یہ ظلم بھی کیا گیا ہے کہ مقالہ نگار نے جو بات لکھی تھی اس کے بجائے وہ بات لکھ دی گئی جو بالکل اس کے برعکس ہے۔(۱۵) انہی وجوہ سے مقالہ نگار اس پہلے ایڈیشن میں شائع شدہ ہر ہر بات کو اپنی طرف منسوب کرنے سے اپنے برأت کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گئے اور اس مقالہ کی دوسری اشاعت پر آمادہ ہوئے۔ اس دوسری اشاعت کے مقدمے میں مقالہ نگار نے قریب ۳۷ صفحات پر ان مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے جن پر ان کو تحفظات ہیں۔ باوجود یہ کہ مقالہ نگار سے بعض مقامات پر اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مقالہ شاہ ولی اللہ دہلوی پر لکھے گئے اب تک کے مقالات میں سب سے عمدہ مقالہ ہے۔ مقالہ نگار نے محققانہ انداز میں ثابت کیا ہے کہ فروعی مسائل میں شاہ صاحب ۸۰ فیصد احناف کے خلاف ہیں جبکہ ۷۰ فیصد سے زائد مسائل میں شوافع کے ساتھ ہیں۔(۱۶) مقالے کے آخر میں تتمہ کے ذیل میں مقالہ نگار نے ان فروعی مسائل کی نقشے کی صورت میں نشاندہی بھی کی ہے۔

Topic:The Role of Shah Waliy Allah in Muslim Revivalism in the Subcontinent of India and Pakistan.
Researcher:Mahmood Ahmad Ghazi
Supervisor:Muhammad Aslam
Year:1988
Class:Ph.D
Deptt:History(Punjab University,Lahore)
Pages:397

مقالہ نگار نے مقالے کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

☆ پہلے باب کا عنوان ہے"The Historical Background"۔اس باب میں شاہ صاحب کے دور کے سیاسی، سماجی اور اخلاقی حالات کا تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔

☆ دوسرے باب کا عنوان ہے"The Life and Times of Shah Wali Allah"۔اس باب میں شاہ صاحب کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں۔

☆ تیسرے باب کا عنوان ہے"Shah Wali Allah's Contribution to Islamic Renaissance"۔ اس باب میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے شاہ صاحب کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ چوتھے باب کا عنوان ہے" The Influence of Shah Wali Allah on Later Islamic Movement"۔اس باب میں برصغیر کی اسلامی تحریکات پر شاہ صاحب کی فکر کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

آخر میں پورے مقالے کا نتیجہ بحث بیان کیا گیا ہے۔مقالہ انتہائی محنت سے لکھا گیا ہے اور مقالہ نگار نے موضوع کے ساتھ مکمل انصاف کیا ہے۔مصادر و مراجع بھی بنیادی ہیں البتہ اصل متن کی بجائے اکثر اس کا حوالہ دینے کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔مقالہ نگار کا ماننا ہے کہ شاہ ولی اللہ نے برصغیر میں اسلامی فکر کی نشاۃ ثانیہ میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا اور احیاء دین کی اس عظیم کارنامے کے سبب وہ بجا طور پر اپنے وقت کے مجدد کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔(۱۷) اس مقالے کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے 2002ء میں" Islamic Renaissance in South Asia: The Role of Shaha Wali Allah and his Successors" کے عنوان سے طبع بھی کیا جس میں ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بہت سے مقامات پر اصلاح کی اور اشاریہ کا اضافہ کیا جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا۔لیکن مناسب ہوتا کہ برصغیر کی وہ تحریکات جو اپنی نسبت شاہ صاحب سے کرتی ہیں ان کے افکار کو شاہ صاحب کی افکار سے تقابل کر کے حقائق سامنے لائے جاتے۔

....

عنوان مقالہ: شاہ ولی اللہ کی مابعد الطبیعات

مقالہ نگار: ملک غلام مرتضیٰ

نگران مقالہ: خواجہ غلام صادق

سال تکمیل: ۱۹۷۹ء

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: فلسفہ (جامعہ پنجاب، لاہور)

صفحات: ۲۳۹

یہ مقالہ بنیادی طور پر چار حصوں اور تیئیس ابواب پر مشتمل ہے۔

☆ پہلا حصہ ۳۳ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔اور اس باب میں شاہ صاحب کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں۔بعد ازاں شاہ صاحب کے تبلیغی و علمی کارناموں پر بحث کی گئی ہے۔اسی طرح شاہ صاحب کے فلسفہ مابعد الطبیعات کا عمومی تعارف کروایا گیا ہے۔

☆ دوسرا حصہ ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کا عنوان ہے ''حقیقت کائنات''۔اس باب میں مقالہ نگار نے شاہ صاحب کے فلسفے کی اصطلاحات مثلاً تدبیر عالم، شخص اکبر، عالم مثال، حظیرۃ القدس اور ملاء اعلیٰ وغیرہ کی بڑی عمدہ تفصیل بیان کی ہے۔

☆ تیسرا حصہ ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کا عنوان ہے ''خدا کا تصور''۔اس باب میں ابن عربی کے فلسفہ وحدۃ الوجود اور مجدد الف ثانی کے وحدۃ الشہود پر بحث کی گئی ہے۔بعد ازاں ان دونوں فلسفوں کی تطبیق میں شاہ صاحب کا منہج و اسلوب واضح کیا گیا ہے۔

☆ چوتھا حصہ ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کا عنوان ہے ''انسان''۔اس باب میں حقیقت انسانی، انسانی ملکات، انسانی اعمال اور اصطلاحات تصوف پر بحث کی گئی ہے۔

مقالہ نگار پروفیسر ملک غلام مرتضیٰ شہید ایک جید عالم دین تھے۔ان کا یہ مقالہ بعد میں ''شاہ ولی اللہ کا فلسفہ مابعد الطبیعات'' کے عنوان سے زیب تعلیمی ٹرسٹ (لاہور) سے طبع بھی ہوا تھا۔اس مقالے میں انہوں نے بڑی تفصیل سے شاہ صاحب کے فلسفہ مابعد الطبیعات کا جائزہ لیا ہے جو لائق مطالعہ اور لائق تحسین ہے۔لیکن حیرت ہے کہ شاہ صاحب کے فکر و فلسفے کے اتنے تفصیلی تجزیے کے بعد مقالہ نگار نے اختتام پر لکھا ہے کہ: ''ہمیں ان (شاہ صاحب) کے ہاں اصطلاحات کے ایک طویل گورکھ دھندے سے دوچار ہونا پڑا۔راقم کی نظر میں افکار و تصورات کا یہ پورا نظام محل نظر ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں اس پر نقد و تبصرہ کیا جا سکتا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، اس کی توفیق شامل حال رہی اور اپنی علمی بے مائیگی کا احساس زیادہ مدت تک حائل و مانع نہ رہا تو یہ کام بھی راقم کے ہاتھوں جلد ہی سرانجام ہوگا''۔(۱۸) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مقالہ نگار نے اس حوالے سے اپنے اس مقالے میں نقد و نظر کیوں نہ کیا؟ پی۔ایچ۔ڈی سطح کے اس مقالے کا تقاضا تھا کہ ان تمام امور پر بات کی جاتی جن کا تذکرہ مقالہ نگار نے آخر میں کیا ہے۔مذکورہ بالا جملے سے تو مقالہ نگار کے کام پر خود سوالیہ نشان پیدا ہو جاتا ہے۔ بہر حال مقالہ مجموعی لحاظ سے بڑی محنت سے لکھا گیا ہے اور مقالہ نگار نے اولین مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔مقالہ کے آخر میں اصلاحات کی تشریح دی گئی ہے جو کہ ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

....

عنوان مقالہ: شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے اقتصادی نظریات

مقالہ نگار: محمد دین

نگران مقالہ: قاضی مجیب الرحمٰن الازہری

سال تکمیل: ۱۹۸۶ء

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: علوم اسلامیہ (پشاور یونیورسٹی)

صفحات: ۵۲۱

یہ مقالہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔

☆ پہلا باب ۲۳۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ۱۲ ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس باب میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے حالات وخصوصیات، آپ کے دور کے سیاسی حالات، علوم شریعہ میں آپ کی خدمات، آپ کے علوم کے شارحین وناقدین اور تصانیف پر بڑی تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

☆ دوسرا باب ۴۳ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کو دو ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس باب میں شاہ صاحب کے عہد کے معاشی حالات اور ولی اللّٰہی نظام میں معاشیات کی اہمیت پر بڑی جامع بحث کی گئی ہے۔

☆ تیسرا باب ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔اس باب میں انسان کی اولین معاشی ضروریات کے حوالے سے شاہ صاحب کے افکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ چوتھا باب ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں قصباتی زندگی اور اس کے معاشی لوازم کے حوالے سے شاہ صاحب کے افکار ونظریات پر بحث کی گئی ہے۔

☆ پانچواں باب ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں شہری وقومی حکومت اور اس کے معاشی امور کے حوالے سے شاہ صاحب کے افکار ونظریات پر بحث کی گئی ہے۔

☆ چھٹا باب ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں بین الاقوامی حکومت اور اس کا مالی نظام وامور پر شاہ صاحب کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔

☆ ساتواں باب ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں شاہ صاحب کی فکر کی روشنی میں ریاست کی اقتصادی ذمہ داریاں اور تقسیم دولت میں اعتدال کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

☆ ساتواں باب ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں شاہ صاحب کی فکر کی روشنی میں تعاون واشتراک اور معاشی تنزل کو روکنے کی تدابیر کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

یہ مقالہ بہت محنت سے لکھا گیا ہے اور شاہ ولی اللہ کے معاشی نظریات پر شاید پہلا تحقیقی مقالہ ہے۔اسی افادیت کے پیش نظر تاج کمپنی (لاہور) نے اسے طبع بھی کیا تھا۔مقالہ ٹائپ کیا ہوا ہے، جسے پڑھنا کافی مشکل ہے۔تاہم کتابی شکل میں اس سے استفادہ ممکن ہے۔مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ ایک عالم ربانی کی حیثیت سے شاہ صاحب کا موضوع بحث راجح طور پر انسانی زندگی کا اخلاقی ومذہبی پہلو ہونا چاہیے تھا اور ہے۔تاہم یہ شاہ صاحب کے جامع اور ہمہ گیر تصور دین کا کمال ہے کہ انہوں نے اپنے مابعدالطبیعاتی مباحث، تصوف اور اعلی اخلاقیات کے ساتھ ساتھ اپنے عمرانی فلسفے میں انسان کی معاشی ضرورتوں کو بھی غیر معمولی

اہمیت دی ہے۔(۱۹) مقالے میں املاء کی اغلاط نہ ہونے کے برابر ہیں۔تاہم سقم یہ ہے کہ عربی وفارسی عبارات کے طویل اقتباسات دیے گئے ہیں اس پر مستزاد یہ کہ اکثر مقامات پر تراجم سے بھی اعراض برتا گیا ہے۔

....

عنوان مقالہ: شاہ ولی اللہ کا نظریہ اجتہاد وتقلید

مقالہ نگار: صاحبزادہ نجم الدین

نگران مقالہ: امان اللہ خان

سال تکمیل: ۱۹۸۷ء

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: علوم اسلامیہ (جامعہ پنجاب، لاہور)

صفحات: ۳۲۲

یہ مقالہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، جن کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

☆ پہلا باب امام شاہ ولی اللہ کے حالات زندگی، تصانیف اور افکار پر مشتمل ہے۔اس باب کے ۴۶ صفحات پر بڑے اختصار کے ساتھ متعلقہ موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ دوسرا باب ۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔اس باب میں شاہ صاحب کی کتاب ''فیوض الحرمین'' کا خصوصی جائزہ لیا گیا ہے۔یہ کتاب چونکہ امام شاہ ولی اللہ کے منصب تجدید کے حوالے سے بنیادی معلومات فراہم کرتی ہے اس لیے مقالہ نگار نے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس باب کے ضمن میں امام شاہ ولی اللہ کے فلسفہ اجتہاد وتقلید کا عمومی تعارف بھی آ گیا ہے۔

☆ تیسرے باب کا عنوان ہے''عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید کا مختصر معروضی جائزہ''۔یہ باب ۷ اصفحات پر مشتمل ہے اور اس مختصر باب میں اس کتاب کا عمومی تعارف کروایا گیا ہے۔

☆ چوتھا باب ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔اس باب میں شاہ صاحب کی اس کتاب ''عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ پانچواں باب ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں بڑی تفصیل سے اجتہاد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس ضمن میں اور بہت سی مفید معلومات بھی آ گئی ہیں۔

☆ چھٹا باب ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں ''ائمہ کے اختلاف کی حقیقت ونوعیت وافادیت'' پر روشنی ڈالی گئی ہے۔دور حاضر میں اجتہاد کے لیے شاہ صاحب کے فلسفہ اجتہاد سے کیسے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، اس پر بھی بات کی گئی ہے۔

☆ ساتواں باب ۳۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں تقلید کے حوالے سے بڑی مفید بحث کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ شاہ صاحب مذاہب اربعہ کی تقلید کے قائل تھے اور خود مسلکاً حنفی تھے۔

☆ آٹھویں باب کا عنوان ہے'' شاہ ولی اللہ کا نظریۂ اعتدال''۔اس باب میں مقالہ نگار نے بڑی محنت سے شاہ صاحب کی متعدد مثالیں ایسی جمع کردی ہیں جن سے اس اہم موضوع کے حوالے سے ان کے معتدل رویے کی وضاحت ہوتی ہے۔یہ باب ۳۰صفحات پر مشتمل ہےاور بڑادلچسپ ہے۔

مقالہ نگار کے نزدیک اس مقالے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دورِ جدید کے تقاضوں کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے اجتہاد وتقلید کے متعلق افکار ونظریات پیش کئے جائیں اوران غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے جوشاہ صاحب کے متاخرین نے ان سے اجتہاد یا تقلید کے ضمن میں منسوب کردی تھیں اوراُن خطوط کا واضح تعین کیا جائے جواسلام ہمیں اجتہاد یا تقلید کے سلسلے میں فراہم کرتا ہے۔اس راہ اعتدال میں شاہ صاحب کا مقام ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔(۲۰)مقالہ کے آخر میں مصادر ومراجع میں اردو کتب کی تعداد۲۱۷ ہےاورانگریزی کتب کی تعداد۱۰۱ ہے۔مقالہ میں حوالہ جات Foot Notes کے ذریعے دیئے گئے ہیں۔ یہ مقالہ اس قابل ہے کہ اس کومناسب ترامیم کے بعد اگر طبع کیا جائے تو اجتہاد کے اہم موضوع پرایک عمدہ اضافہ ہوگا۔

....

عنوان مقالہ:علم الحدیث میں شاہ ولی اللہ کی خدمات

مقالہ نگار: ایم۔ایس ناز

نگران مقالہ: جناب ڈاکٹر ذوالفقارعلی ملک

سال تکمیل:۱۹۸۷ء

درجہ:پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ:عربی(جامعہ پنجاب،لاہور)

صفحات:۷۲۶

مقالہ نگار نے مقالہ کوسات ابواب میں تقسیم کیا ہے،جن کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

باب اول: مقدمہ

باب دوم: حدیث اور متعلقات حدیث

باب سوم: طبقات کتب حدیث

باب چہارم: رجوع الی الموطأ

باب پنجم: تطبیق بین الفقہ والحدیث

باب ششم: اعتدال بین التقلید والاجتہاد

باب ہفتم: مختصرات (تجزیہ ونتائج ومصادر)

☆ پہلے باب میں جسے مقدمہ کا عنوان دیا گیا ہے۔جس میں علم حدیث کا پاک وہند میں شاہ ولی اللہ تک کا سفر،شاہ ولی اللہ کا عہد،

تصنیفات، شاہ ولی اللہ کا دور علم حدیث، سلسلہ اسانید کا تذکرہ کیا ہے اور شاہ صاحب کا بحیثیت محدث ہونا تحریر ہے۔

☆ دوسرے باب میں علم حدیث کی فضیلت، علم حدیث کی اہمیت اور درجات حدیث کا معیار حدیث اور کتب حدیث پر تنقید کی گئی ہے۔

☆ تیسرے باب میں کتب احادیث کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ طبقہ اولیٰ میں تین، طبقہ ثانیہ میں چار، طبقہ ثالثہ میں چودہ اور طبقہ رابعہ میں دس کتب ہیں۔

☆ چوتھے باب میں موطا امام مالک کی اہمیت شاہ ولی اللہ صاحب کی نظر میں بیان کی گئی ہے۔

☆ پانچویں باب میں مصادر فقہ اسلامی، فقہ الحدیث کے مختلف ادوار اور مذاہب اربعہ کو تفصیل سے درج کیا گیا ہے اور مقالہ نگار کے مطابق مذاہب اربعہ اصل میں ایک ہیں۔ فقہ اور حدیث کے درمیان تطبیق کی گئی ہے۔

☆ چھٹے باب میں اجتہاد، اجتہاد کی اہمیت، فضیلت اور تقاضوں کو بیان کیا گیا ہے۔ چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور چوتھی صدی ہجری کے بعد تقلید پر بحث کی ہے اور اجتہاد اور تقلید کے درمیان اعتدال کی راہ بیان کی ہے۔

☆ ساتویں باب میں شاہ صاحب کی علم حدیث کی خدمت، مذاہب اربعہ میں تطبیق کی کوشش کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

یہ مقالہ بڑی محنت سے تحریر کیا گیا ہے اور مقالہ نگار نے اپنے موضوع سے بھرپور انصاف کیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ مقالہ بعد میں ''شاہ ولی اللہ اور علم حدیث'' کے عنوان سے مقبول اکیڈمی (لاہور) سے کتابی شکل میں طبع بھی ہوا۔ لیکن مناسب ہوتا کہ اگر مقالہ نگار کتابی شکل میں لانے سے قبل اس پر نظر ثانی کر لیتے اور تیسرے باب کو حذف کر دیتے کہ اس میں اگرچہ بعض مفید معلومات آ گئی ہیں مگر مقالے کے عنوان سے اس کی کچھ زیادہ مناسبت نہیں۔ اس مقالے سے قبل ''خدمة الشاه ولى الله فى علم الحديث'' کے عنوان سے سید تلمیذ حسین سندھ یونیورسٹی جامشورو سے ۱۹۷۶ء میں ایم۔اے سطح کا مقالہ لکھ چکے تھے۔ اسی طرح عبداللہ سلمہ نصر ''امام المحدث شاه ولى الله الدهلوى و جهوده للحديث النبوى'' کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۸۵ء میں ایم۔اے سطح کا تحقیقی مقالہ تحریر کر چکے تھے۔ بعض مقامات پر ان تینوں مقالوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ تاہم یہ مقالہ ہر لحاظ سے سابقہ مقالوں سے عمدہ اور معیاری ہے۔ مقالے میں حوالہ جات Foot Notes کے ذریعے دیئے گئے ہیں۔ مقالہ کے آخر میں کتابیات دی گئی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مقالہ کی ترتیب میں مقالہ نگار نے قریب ۲۵۰ کتب سے فیض حاصل کیا ہے۔

....

Topic:A critical evalutaion of Shah Wali Allah's Philosphy of education and its application in the modern age.
Researcher:Muhammad Afzal
Supervisor:Dr. Jamila Shaukat
Year:2000
Class:Ph.D

Dept:Islamic Studies (Punjab University,Lahore)
Pages:220

مقالہ نگار نے مقالے کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

☆ پہلے باب کا عنوان ہے''A Review of Shah Wali Allah,s works''۔اس باب میں شاہ صاحب کے حالات،خدمات اور افکار ونظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ دوسرے باب کا عنوان ہے'' Condition of Muslims of India During Shah Wali Allah's Time''۔اس باب میں شاہ صاحب کے دور کے حالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ تیسرے باب کا عنوان ہے''Some Prominent Philosophies of Education''۔اس باب میں شاہ صاحب کے دور سے قبل کے بعض علمی فلاسفرز کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ چوتھے باب کا عنوان ہے''Shah Wali Allah's Philosophy of Education''۔اس باب میں شاہ صاحب کے فلسفہ تعلیم کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ پانچویں باب کا عنوان ہے'' Modern System of Education (Pakistan) and Its Relevance to Shah Wali Allah's Ideas''۔اس باب میں شاہ صاحب کے فلسفہ تعلیم کا پاکستانی نظام تعلیم کے ساتھ تعلق کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ چھٹے باب کا عنوان ہے''Conclusion''۔اس باب میں پورے مقالے کا نتیجہ بحث بیان کیا گیا ہے۔

مقالہ انتہائی محنت سے لکھا گیا ہے اور مقالہ نگار نے موضوع کے ساتھ مکمل انصاف کیا ہے۔مصادر ومراجع بھی بنیادی ہیں البتہ اصل متن کی بجائے اکثر اس کا حوالہ دینے کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔اسلوب آسان اور شائستہ ہے۔مقالہ نگار کے مطابق شاہ صاحب کے فلسفہ تعلیم میں دین ودنیا کی کوئی تقسیم نہیں۔نیز ان کے ہاں تعلیم کا ایسا جامع تصور ہے جس سے ہر دور میں استفادہ کیا جاسکتا ہے۔(۲۱) تاہم پاکستان کے نظام تعلیم کے ساتھ شاہ صاحب کے فلسفہ تعلیم کا تعلق تلاش کرنے کے حوالے سے مقالہ نگار نے بعض اغلاط بھی کی ہیں اور کئی جگہ زبردستی مماثلت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔اس مقالے سے قبل عذرا جبیں پنجاب یونیورسٹی ہی سے ۱۹۸۷ء میں ''حضرت شاہ ولی اللہ کا فلسفہ تعلیم'' کے عنوان سے ایم۔اے سطح کا مقالہ تحریر کر چکی تھیں۔کئی مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ نگار نے اس سابقہ مقالے سے بھی استفادہ کیا ہے۔

....

عنوان مقالہ: شاہ ولی اللہ کی نظر میں اسلام کے سماجی اور اجتماعی اصولوں پر تحقیقی جائزہ

مقالہ نگار: کلیم اللہ ساریو

نگران مقالہ: عبدالواحد ہالیپوتہ

سال تکمیل: ۱۹۸۸ء

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: تقابل ادیان وثقافت اسلامیہ(سندھ یونیورسٹی، جامشورو)

صفحات: ۲۹۷

مقالہ نگار نے مقالہ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اول: مختصر حالات زندگی۔محققین کی خدمات اور تعارف

باب دوم: تخلیق کائنات اور عقائد وفلسفہ شاہ ولی اللہؒ

باب سوم: انسانی معاشرہ کا ارتقاءاور شاہ ولی اللہ کے نظریات

باب چہارم: نظام تمدن اور اجتماعی زندگی شاہ ولی اللہ کی نظر میں

باب پنجم: شاہ ولی اللہ کے سیاسی معاشرتی اور معاشی افکار کا تجزیہ

☆ پہلے باب میں شاہ صاحب کی مختصر سوانح اور شاہ ولی اللہ کے فلسفہ پر تحقیق کرنے والے محققین کی خدمات کا تعارف کرایا ہے۔

☆ دوسرے باب میں فلسفہ وعقائد کے عنوان سے عقائد وفلسفہ کی اہمیت پر شاہ صاحب کے افکار کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

☆ تیسرے باب میں انسانی معاشرے کے ارتقائی مراحل اور شاہ صاحب کے نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ چوتھے باب میں انسانی معاشرے اور سماجی مسائل پر تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

☆ پانچویں باب میں اصلاحِ معاشرہ اور شاہ صاحب کے نظریات وافکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔

یہ مقالہ انتہائی محنت سے لکھا گیا ہے اور مقالہ نگار نے اپنے موضوع سے خوب انصاف کیا ہے۔طویل اور لایعنی ابحاث سے اجتناب کرتے ہوئے اختصار کا اسلوب اپنایا ہے۔بعض مقامات پر املاء کی اغلاط ہیں لیکن مجموعی لحاظ سے اغلاط کا تناسب بہت کم ہے۔اولین مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔مقالے کی ترتیب اور اسلوب بھی بہت عمدہ ہے۔اگر یہ مقالہ شائع ہو سکے تو ولی اللہی لٹریچر میں ایک عمدہ اضافہ ہوگا۔

عنوان مقالہ: تذکرہ خانوادہ ولی اللہی

مقالہ نگار: ابوسلمان شاہجہان پوری

نگران مقالہ: سید سخی احمد ہاشمی

سال تکمیل: ندارد

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: تقابل ادیان وثقافت اسلامیہ(سندھ یونیورسٹی، جامشورو)

صفحات: ۷۲۹

مقالہ نگار نے مقالہ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

☆ پہلے باب میں شاہ صاحب کے دور کی منظر کشی کی ہے شاہ صاحب کے خاندان، تعلیم، اساتذہ، علمی خدمات اور شاہ صاحب کے افکار اور شخصیت کا سرسید کی شخصیت سے موازنہ کیا ہے۔

☆ دوسرے باب میں شاہ صاحب کے شاگرد شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کا تذکرہ کیا ہے۔

☆ تیسرے باب میں اصحاب ثلاثہ کے شاگردوں کا تذکرہ کیا ہے۔ تیسرے باب کو دو فصول میں تقسیم کیا ہے پہلی فصل میں اصحاب ثلاثہ کے شاگردوں میں علماء دین اور مشائخ طریقت کا تذکرہ کیا ہے جن کی تعداد اٹھارہ تحریر کی ہے۔ دوسری فصل میں شعراء و اطباء کا تذکرہ کیا ہے جن کی تعداد آٹھ بیان کی ہے۔

☆ چوتھے باب میں شاہ محمد اسحاق دہلوی کے تلامذہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کی تعداد گیارہ تحریر کی گئی ہے۔

☆ پانچویں باب میں خانوادہ ولی اللّٰہی کے دیگر تلامذہ کا ذکر کیا گیا ہے اس باب کو چار فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں علماء دین چار، دوسری فصل میں شعراء سات، تیسری فصل میں اطباء چار اور چوتھی فصل میں چند دیگر حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

یہ مقالہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کا تحقیقی کارنامہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ مقالہ انتہائی محنت سے تحریر کیا ہے اور موضوع سے مکمل انصاف کیا ہے۔ حجم اور ضخامت کے باوجود بعض مقامات پر تشنگی محسوس ہوتی ہے لیکن موضوع کی نوعیت کے پیش نظر اسے برداشت کیا جاسکتا ہے۔ تذکرہ خانوادہ ولی اللّٰہی کی بنیاد ''تذکرہ اہل دہلی'' ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق تذکرہ اہل دہلی میں متعدد شخصیات کو شامل نہیں کیا گیا تھا اور متعدد شخصیات ایسی تھیں جن کا تعلق دہلی سے نہیں تھا لہٰذا ان شخصیات کو شامل کر کے اس کا نام تذکرہ خانوادہ ولی اللّٰہی رکھا گیا۔ مناسب قطع و برید اور ترتیب جدید کے بعد اگر اسے شائع کیا جائے تو بہت بڑی علمی خدمت ہوگی۔

....

عنوان مقالہ: الفکر الاجتماعی عند الشاہ ولی اللہ الدھلوی

مقالہ نگار: محمد مصطفیٰ الریماوی

نگران مقالہ: عبدالواحد۔ غلام مصطفیٰ قاسمی

سال تکمیل: ندارد

درجہ: پی۔ ایچ۔ ڈی

شعبہ: عربی (سندھ یونیورسٹی، جامشورو)

صفحات: ۳۰۸

مقالہ نگار نے مقالہ کو دو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ باب اول کو چھ فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جبکہ باب دوم کو بھی چھ فصول میں تقسیم کیا ہے۔ مقالہ کے آخر میں خلاصہ بحث دیا گیا ہے جو کہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقالہ نگار نے یہ تحقیقی مقالہ انتہائی محنت سے تحریر کیا ہے۔ پہلے باب میں شاہ صاحب کے حالات اور افکار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب میں ارکان اسلام کے حوالے سے شاہ صاحب کی اجتماعی فکر کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے باب میں اسلام کے فلسفہ جہاد اور سیاسی نظام کے حوالے سے شاہ صاحب

کی اجتماعی فکر کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ نگار نے ثابت کیا ہے کہ شاہ صاحب واحد مفکر ہیں جنہوں نے اسلام کی اجتماعی فکر کا اتنی گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔ مقالہ کا اسلوب بہت عمدہ ہے اور مقالہ نگار نے شاہ صاحب سے متعلق عربی، فارسی اور اردو کتب سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن ایک سقم یہ ہے کہ اکثر اقتباسات کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ عرب دنیا میں شاہ صاحب کا وہ تعارف نہیں جو ہونا چاہیے۔ یہ مقالہ اگر طبع ہو جائے تو شاہ صاحب کے حوالے سے عرب دنیا میں بھرپور تعارف کا سبب بن سکتا ہے۔

....

عنوان مقالہ: تخريج الاحاديث الواردة والآثار المذكورة فى كتاب حجة الله البالغه لشاه ولى الله المحدث الدهلوى

مقالہ نگار: خلیل احمد کورائی

نگران مقالہ: عبدالرزاق میمن

سال تکمیل: ندارد

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: تقابل ادیان وثقافت اسلامیہ (سندھ یونیورسٹی، جامشورو)

صفحات: ۶۹۵

مقالہ نگار نے مقالہ کے شروع میں "تصدیر" کے عنوان سے شاہ ولی اللہ کی تالیفات کا تعارف پھر "حجۃ اللہ البالغۃ" کا تعارف اس کا سبب تالیف بیان کیا ہے ساتھ ہی اس موضوع کو اختیار کرنے کی وجہ بھی بیان کی ہے اور تخریج، اس کی اہمیت اور طریقہ بیان کیا ہے۔ مقالہ کے آغاز میں چودہ صفحات پر مشتمل مقدمہ تحریر کیا ہے۔ تین صفحات پر مشتمل "خاتمة البحث" دیا گیا ہے۔ مقالہ کے آخر میں ۱۳۲ کتب مصادر و مراجع میں تحریر کی گئی ہیں۔ مقالہ نگار نے مقالے کو دو اجزاء میں تقسیم کیا ہے:

الجزالاول کے تحت ۶۷ موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور یہ ۲۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

الجزالثانی کے تحت ۵۵ موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور یہ ۴۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

عرب جامعات میں تخریج وتعلیق کی روایت بہت پرانی ہے مگر ہمارے ہاں یہ روایت زیادہ قدیم نہیں۔ ضرورت ہے کہ شاہ صاحب کی دیگر کتب کی بھی تخریج کی جائے بلکہ ان کو طبع کرنے کی بھی سعی کرنی چاہیے۔ اس مقالے کے بعد پشاور یونیورسٹی سے بھی ایم۔فل سطح کا مقالہ تحریر کیا گیا تھا جس میں "حجۃ اللہ البالغۃ" کے منتخب حصے کی تخریج کی گئی تھی۔ غالب گمان یہ ہے کہ ان صاحب کی نظر سے یہ مقالہ نہیں گزرا تھا ورنہ تکرار نہ ہوتی۔

....

عنوان: شاہ ولی اللہ کے معاشی نظریات کا تحقیقی مطالعہ (پاکستان کے معاشی مسائل کے حوالے سے)

مقالہ نگار: محمد عبداللہ

نگران مقالہ: حسام الدین منصوری

سال تکمیل: ۲۰۰۵ء

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: علوم اسلامی (جامعہ کراچی)

صفحات: ۶۵۷

یہ مقالہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔

☆ پہلا باب ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے پانچ ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس باب میں شاہ صاحب کے حالات اور افکار پر مبسوط تجزیہ کیا گیا ہے۔

☆ دوسرا باب ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کو چار ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس باب میں شاہ صاحب کے فلسفہ ارتفاقات پر بڑی جامع بحث کی گئی ہے۔

☆ تیسرا باب ۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کو تین ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس باب میں شاہ صاحب کے دور کے معاشی حالات اور شاہ صاحب کے فلسفہ معیشت کا عمومی تعارف کروایا گیا ہے۔

☆ چوتھا باب ۱۵۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کو چھ ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس باب میں معیشت کے اسلامی احکامات، دیگر معاشی نظریات، کاروبار کی مختلف اقسام اور تقسیم دولت کے حوالے سے شاہ صاحب کے افکار ونظریات پر بحث کی گئی ہے۔

☆ پانچواں باب ۱۶۱ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کو سات ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس باب میں تعاون باہمی، ملکیت، پاکستان کے قدرتی وسائل، زرعی وصنعتی مسائل، پیشوں کی تقسیم اور معاشی انحطاط سے بچاؤ کی تدبیر کے حوالے سے شاہ صاحب کے افکار ونظریات پر بحث کی گئی ہے۔

☆ چھٹا باب ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ باب چار ذیلی فصول پر مشتمل ہے۔اس باب میں مادیت اور روحانیت کے باہمی ربط، اخلاق اور معاش کا تعلق، خوشحال معاشرے کے بنیادی اصول اور معاشی امراض پر بحث کی گئی ہے۔

☆ ساتواں باب ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب کو پانچ ذیلی فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس باب میں گذشتہ ابواب کی روشنی میں پاکستان کے معاشی مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

مقالہ نگار نے اپنی تحقیق کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ شاہ ولی اللہ وہ مسلم سکالر ہیں جن کے ہاں معاشیات کا ایک قابل عمل پروگرام ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے معاشی پروگرام کو پہلے قومی سطح پر نافذ کیا جائے بعد ازاں عالمی سطح پر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔(۲۲) مقالہ بڑی محنت سے لکھا گیا ہے اور مقالہ نگار نے بنیادی کتب سے استفادہ کیا ہے۔لیکن بعض مقامات پر مقالہ نگار اپنے موضوع سے بہت دور نکل جاتے ہیں اور یہی چیز مقالے کے غیر ضروری حجم کا سبب بھی بنی ہے۔اسی طرح

مقالے میں املاء کی اغلاط بھی کوئی اچھا تاثر پیدا نہیں کرتیں۔

....

عنوان مقالہ: شاہ ولی اللہؒ کا نظریۂ اخلاق۔ تحقیقی مطالعہ

مقالہ نگار: آسیہ کریم

نگران مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

سال تکمیل: ۲۰۰۷ء

درجہ: پی۔ ایچ۔ ڈی

شعبہ: علوم اسلامیہ (جامعہ پنجاب، لاہور)

صفحات: ۵۱۸

مقالہ نگار نے مقالہ کو بارہ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

☆ پہلے باب میں شاہ صاحب کی شخصیت اور علمی و دینی حوالے سے ان کی خدمات کا احاطہ کیا ہے۔ نیز حرمین شریفین کا قیام اور اس دوران فقہی مسالک اور صوفیانہ سلاسل سے روابط کا تذکرہ کیا ہے۔

☆ دوسرے باب میں شاہ صاحب کے نظریۂ اخلاق کے مآخذ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

☆ تیسرے باب میں حسن اخلاق کی غرض و غایت کو بیان کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک ''سعادت'' انسانی زندگی کا نصب العین ہے۔

☆ چوتھے باب میں نیکی اور بدی کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔

☆ پانچواں باب نیکی اور بدی کے محرکات سے متعلق ہے۔

☆ چھٹے باب میں تزکیہ و تربیت اخلاق کے ذرائع کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ ساتویں باب میں بنیادی اخلاقی اوصاف کو بیان کرتے ہوئے مقالہ نگار کے نزدیک یہ اوصاف امہات الفضائل کہے جا سکتے ہیں۔

☆ آٹھویں باب میں اخلاقیات اجتماعیہ کو بیان کیا ہے اور اس کی اساس عدل اجتماعی کو قرار دیا ہے۔

☆ نویں باب میں خیر و شر کے باب میں قضا و قدر کی بحث کی گئی ہے۔

☆ دسویں باب میں ''جزا و سزا کی علت و حکمت'' کے عنوان سے شاہ صاحب کے افکار و خیالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

☆ گیارہویں باب میں اخلاقیات کے حوالے سے شاہ صاحب کے پیش کردہ افکار و نظریات کے ناقدانہ جائزے کے عنوان سے شاہ ولی کے فکر مصادر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ بارہویں باب میں شاہ صاحب کے نظریۂ اخلاق کے علمی و فکری اثرات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق

شاہ ولی اللہ کے افکار نے ان کے اپنے دور کو گہرے طور پر متاثر کیا اور اس کے ساتھ ساتھ آنے والی صدیوں پر بھی اپنا اثر ڈالا۔

مقالہ نگار نے لکھا کہ شاہ ولی اللہ صدیوں پر محیط ملت اسلامیہ کی فکری تاریخ کے وارث ہیں۔اس پر مستزاد ان کی اجتہادی فکر، اصلاحی ذوق، علمی گہرائی اور موضوعات کی وسعت ایک محقق کے اندر یہ ولولہ اور شوق پیدا کر دیتی ہے کہ وہ یہ جستجو کرے کہ شاہ صاحب اپنے سے ماقبل کن شخصیات کے افکار و آراء سے متاثر ہوئے اور بعد کی صدیوں میں انہوں نے خود کن شخصیات اور تحقیقات پر اپنے اثرات مرتب کیے۔(۲۳) اس مقالے سے قبل آسیہ اسد خاکوانی ۱۹۹۵ء۔۱۹۹۷ء میں بہاءالدین زکریا یونی ورسٹی (ملتان) سے ''شاہ ولی اللہ کا نظریہ اخلاق'' کے عنوان سے ایم۔اے سطح کا مقالہ تحریر کر چکی تھیں۔اب معلوم نہیں کہ دونوں مقالہ نگار درحقیقت ایک ہی ہیں یا الگ الگ۔بہر حال یہ ایک عمدہ مقالہ ہے اور مقالہ نگار نے خوب محنت کی ہے۔ضرورت ہے کہ یہ مقالہ طبع کیا جائے۔تاہم مقالہ نگار اگر اسے طبع کرنے سے قبل اس پر نظر ثانی کر لیں تو اچھا ہوگا۔مقالہ کے آخر میں خلاصہ بحث دیا گیا ہے جو نو صفحات پر مشتمل ہے۔اشاریہ ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔جس میں ۱۲ صفحات قرآنی آیات اور آٹھ صفحات پر احادیث مبارکہ دی ہیں۔مصادر و مراجع میں کتب کی تعداد ۲۱۳ ہے۔انگریزی کتب کی تعداد ۲۰ ہے۔حوالہ جات کے لیے Foot Note کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔اکثر مقامات پر آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

....

عنوان مقالہ: شیخ احمد سرہندیؒ اور شاہ ولی اللہؒ بحیثیت مجدد۔تقابلی جائزہ

مقالہ نگار: طاہر خان

نگران مقالہ: ضیاء الحق

سال تکمیل: ۲۰۰۷ء

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: اسلامیات (نمل یونیورسٹی، اسلام آباد)

صفحات: ۳۳۵

مقالہ نگار نے مقالے کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

☆ پہلا باب ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں مجددیت کے مفہوم اور تاریخ کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ دوسرا باب ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں شیخ احمد سرہندیؒ اور شاہ ولی اللہ کا تعارف بیان کیا گیا ہے۔

☆ تیسرا باب ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں حضرت شیخ امام سرہندیؒ کے زمانے اور حالات اور شاہ ولی اللہؒ کے زحالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

☆ چوتھا باب ۹۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں شیخ احمد سرہندیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

☆ پانچواں باب ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس باب میں شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہؒ کے کام کو بڑھانے والے تلامذہ و خلفاء کا

ذکر کیا گیا ہے۔

☆ چھٹا باب ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اوراس باب میں میں شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ کا بحیثیت مجدد تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالہ نگار کے مطابق اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد سرہندیؒ اور شاہ ولی اللہ کو کمال کی دینی بصیرت اور اصلاحی میلان عطا فرمایا، دونوں شخصیات کے حالات میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔دونوں حضرات کا سماجی پس منظر، اجتماعی جدوجہد پر اتفاق، تربیتی طریق کار، ہندوتہذیب پر نظر میں ان میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔سیاسی ماحول، فن شاعری، داعیانہ جوش، تعلیمی حالت، مکتوبات کا تقابل میں۔شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات کی تعداد ۵۳۶ ہے جو کہ زیادہ تر تصوف پر مشتمل ہیں جبکہ شاہ صاحب کے مکتوبات کی تعداد ۳۵۸ ہے جن میں اکثر سیاسی نوعیت کے ہیں لیکن تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، تصوف وسلوک اور علم اسرار الشریعۃ کے متعلق ہیں۔دونوں حضرات کے تبلیغ دین کے طریقے، اولاد میں مماثلت تصانیف، (شیخ احمد سرہندی کی تصانیف شاہ ولی اللہ کے مقابلہ میں کم ہیں) شیخ احمد سرہندی کی تصانیف میں مکتوبات کو خاصی شہرت حاصل ہے جو کہ تین جلدوں پر مشتمل ہیں جبکہ شاہ صاحب کی تصانیف کی تعداد تقریبا ۵۳ ہے۔موسیقی اور غنا کی خدمت، سیاسی بصیرت، مسلک رویت باری تعالیٰ، اصلاح عقائد ودعوت الی القرآن، نظریہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں شیخ احمد سرہندیؒ نظریہ وحدۃ الشہود کے بانی ہیں جبکہ شاہ صاحب نے دونوں نظریات میں تطبیق کی کوشش کی ہے۔نظریہ اجتہاد وتقلید، شریعت وطریقت، اہل تصوف کی اصلاح، نظریہ قومیت، نظریہ حکومت، ردّ روافض اور احترام سادات تمام نظریات میں مماثلت پائی جاتی ہے۔(۲۴) مقالہ مجموعی لحاظ سے عمدہ ہے اور مقالہ نگار نے بڑی محنت سے کام لیا ہے۔بے جا طوالت سے گریز کیا گیا ہے۔املاء کی اغلاط بھی بہت کم ہیں۔لیکن اصل مآخذ کی بجائے کتب کے تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے۔اسی طرح اصل عبارات مقالے کی بجائے حوالہ جات وحواشی میں ذکر کی گئی ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ نگار کی عربی اور فارسی کی استعداد کمزور تھی اسی لیے تو تراجم پر انحصار کیا ہے۔

یہ مقالات تو وہ تھے جو شاہ ولی اللہ پر اب تک لکھے جا چکے ہیں اور ان پر مقالہ نگاروں کو سند تفویض ہو چکی ہے۔تاہم شاہ ولی اللہ پر مختلف جامعات میں اب بھی پی۔ایچ۔ڈی سطح کے تحقیقی مقالات لکھے جا رہے ہیں۔جن میں سے درج ذیل کی معلومات مل سکی ہے۔

....

عنوان مقالہ: خانوادۂ شاہ ولی اللہ کی گراں قدر خدمات اور ان کے ہمہ گیر اثرات

مقالہ نگار: حکمت اللہ

نگران مقالہ: ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: اسلامی تاریخ (جامعہ کراچی)

....

عنوان مقالہ: پاکستان میں اسلامی اقتصادی نظام کی تعبیر (شاہ ولی اللہ، علامہ اقبال اور دیگر معاشی مفکرین کا نقطہ نظر)

مقالہ نگار: دلشاد احمد خان

نگران مقالہ: محمد ادریس لودھی

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: علوم اسلامیہ (بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

....

عنوان مقالہ: سیرت سیدنا عمر فاروق کی صوفیانہ تعبیر: حضرت شاہ ولی اللہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

مقالہ نگار: طاہر محمود

نگران مقالہ: سعید الرحمٰن

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: علوم اسلامیہ (بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

....

عنوان مقالہ: شاہ ولی اللہ اور ایڈم سمتھ کے معاشی نظریات کا تقابلی جائزہ

مقالہ نگار: کرن مشکبار فاطمہ

نگران مقالہ: عبدالقدوس صہیب

درجہ: پی۔ایچ۔ڈی

شعبہ: علوم اسلامیہ (بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

....

نتیجہ بحث

شاہ ولی اللہ دہلوی گزشتہ تین صدیوں سے ایک غیر متنازعہ شخصیت چلی آ رہی ہیں ان کی بلند پایہ علمی شخصیت کی بدولت ہر مسلک ان کو اپنا پیشوا اور امام مانتا ہے۔ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھنے والے محدث کی سند حدیث شاہ صاحب کے نام کے بغیر ادھوری تصور کی جاتی ہے۔ شاہ صاحب کی تعلیمات اور افکار و نظریات میں اعتدال کی روش بہت نمایاں ہے۔ شاہ صاحب نے ہمیشہ اسی نہج پر اپنی تحریرات کو منظر عام پر لا کر لوگوں کے دلوں میں رواداری، صبر و تحمل اور برداشت کے مادے کو پروان چڑھانے کی بھرپور کوشش کی ہے، جس کی مثالیں اہل الرائے اور اہل الحدیث حضرات کے مسائل میں تطبیق، حنفی و شافعی مسلک میں اعتدال کی راہ اور اہل تصوف کی مروجہ بے راہ رویوں کو دور کرنے کے لئے شریعت اور طریقت کے درمیان تلازم کی شکل میں نظر آتی ہیں۔ موجودہ دور

میں فرقہ پرستی کا ناسور اپنی جڑیں بہت مضبوط کر چکا ہے اور اس کی جڑیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں ایک دوسرے کے مسلک پر طعن و تشنیع کا دور دورا ہے، ایک دوسرے پر کفر و شرک کے دعوؤں کی بھر مار ہے۔ ایسے حالات میں شاہ صاحب کی تعلیمات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں اور معاشرے کے سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی، اقتصادی مسائل کے حل اور اتحادِ امت کے لئے شاہ صاحب کے افکار، نظریات اور تعلیمات کو عملی شکل میں معاشرے میں نافذ کرنے سعی وقت کی اہم ضرورت ہے جس سے معاشرے میں اتحاد، یگانگت، اخوت، رحم دلی اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا کہ معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن سکے۔

پاکستان کی جامعات میں شاہ صاحبؒ پر لکھے گئے پی۔ایچ۔ڈی سطح کے تحقیقی مقالات کے مطالعے سے یہ بات مشاہدہ میں آئی کہ محققین نے مختلف عنوانات کے ذیل میں شاہ صاحب کی زندگی کے ہر ہر پہلو پر قلم آزمائی کی ہے اور شاہ صاحب کے نظریات و خیالات کو منظر عام پر لانے اور اُس سے استفادہ کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ تاہم دوران مطالعہ یہ بات بھی سامنے آئی کہ ملک بھر کی جامعات کا آپس میں ربط کا فقدان ہے جس کی وجہ سے اگر کسی عنوان سے ایک یونیورسٹی میں مقالہ ہو رہا ہے تو دوسری یونیورسٹی بھی اسی عنوان پر تحقیق کروا رہی ہے۔ بعض مقالات ایک دوسرے کا جزوی چربہ نظر آتے ہیں۔ تاہم یہ صورت حال زیادہ تر ایم۔اے سطح کے مقالات میں نظر آتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جامعات مقالے کے عنوان کے حوالے سے ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کریں تاکہ ایک ہی عنوان بار بار دہرایا نہ جائے۔ اسی طرح محققین پر بھی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقالے کا موضوع سوچ سمجھ کر منتخب کریں کیونکہ اگر وہ اپنے موضوع سے انصاف نہ کر سکیں گے تو شاید تکرار کے پیش نظر اس عنوان پر کبھی کوئی اور تحقیقی مقالہ نہ لکھا جائے اور یوں وہ موضوع ہمیشہ کے لیے تشنہ رہ جائے گا۔ نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اب شاہ صاحب کی مذہبی، سیاسی، معاشی اور سماجی فکر پر عمومیت کی بجائے تحدیدیت کے زاویہ نگاہ سے غور و فکر کیا جائے۔

مصادر و مراجع

(۱) الازہری، عبدالصمد صارم، سوانح شاہ ولی اللہ، ایم ثناءاللہ خان اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۳

(۲) رحمٰن علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۵۴۴

(۳) ان کا نکاح مولوی نور اللہ بڈھانوی کی دختر سے ہوا تھا لیکن کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ۱۷۹۴ء میں انتقال ہوا اور بڈھانہ (ضلع مظفر نگر) دفن ہیں۔

(۴) ان کی شادی شیخ محمد عاشق پھلتی کے صاحبزادے محمد فائق سے ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید (حاشیہ)، لاہور، مکتبہ مدنیہ، ۱۴۰۶ھ، ص ۳۰

(۵) قاسم محمود، سید، اسلام کی احیائی تحریکیں اور عالم اسلام، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۷۱

(۶) پھلتی، محمد عاشق، القول الجلی، کتب خانہ انوریہ، لکھنؤ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۱

(۷) شاہ صاحبؒ عام طور پر اپنے مکاشفات میں تاریخ نہیں لکھتے۔ لیکن اس مکاشفہ میں انہوں نے خلاف معمول تاریخ درج کی ہے، جس کے مطابق یہ مکاشفہ ۲۱ ذی قعدہ، ۱۱۴۴ھ میں پیش آیا۔ ملاحظہ ہو فیوض الحرمین، ص ۸۹۔۹۰، ادارہ اسلامیات، کراچی، مولانا مناظر احسن گیلانی نے ''تذکرہ شاہ ولی اللہ'' میں اس مکاشفہ کی اہمیت اور برعظیم کے آئندہ حالات میں اس کے کردار پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

(۸) فریدی، نسیم احمد، مولانا، نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۵۹۔۶۶

(۹) محمد مظہر بقا، ڈاکٹر، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، بقا پبلیکیشنز، ۱۹۸۶ء، کراچی، ص ۱۴۳

(۱۰) دہلوی، رحیم بخش، حیات ولی، المکتبۃ السّلفیہ، لاہور، ۱۹۵۵ء، ص ۵۸۰

(۱۱) شکاگو یونی ورسٹی (امریکہ) میں شاہ ولی اللہ چیئر قائم ہے۔ اسی طرح علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی (ہندوستان) میں بھی شاہ ولی اللہ چیئر قائم ہے۔

(۱۲) تفصیل کے لیے دیکھئے: محمد مختار عالم حق، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصانیف کی مجمل کتابیات، ارمغان رفیع الدین ہاشمی، مرتب: ڈاکٹر خالد ندیم، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۱۰۳ء، ص ۱۵۷۔۱۹۰

(۱۳) تفصیل کے لیے دیکھئے: محمد ذوالقرنین اختر، شاہ ولی اللہ: رسائل وجرائد میں چھپنے والے مقالات، سہ ماہی فکرونظر (اسلام آباد)، ج ۴۲، شمارہ ۱، ص ۸۹۔۱۱۸

(۱۴) تفصیل کے لیے دیکھئے: سفیر اختر، شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیفات کے خطی نسخے، سہ ماہی فکرونظر (اسلام آباد)، ج ۳۸، شمارہ ۴، ص ۹۷۔۱۰۲

(۱۵) محمد مظہر بقا، ڈاکٹر، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص ۲۰

(۱۶) مرجع سابق، ص ۶۰۴۔۶۱۴

(17) Ghazi,Mahmood Ahmad: Islamic Renaissance in South Asia: The Role of Shaha Wali Allah and his Successors,Islamic Research Institute,Islamabad,2002,P:234

(۱۸) غلام مرتضی ملک، شاہ ولی اللہ کا فلسفہ مابعد الطبیعات، لاہور، زیب تعلیمی ٹرسٹ، لاہور، ص ۱۷۹

(۱۹) محمد دین، شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے اقتصادی نظریات، (مقالہ پی۔ایچ۔ڈی) پشاور یونی ورسٹی، ۱۹۸۶ء، پشاور، ص ۲۱

(۲۰) صاحبزادہ نجم الدین، شاہ ولی اللہ کا نظریہ اجتہاد وتقلید، (مقالہ پی۔ایچ۔ڈی) پنجاب یونی ورسٹی، ۱۹۸۷ء لاہور، ص ۴۔۵

(21) Muhammad Afzal,A critical evalutaion of Shah Wali Allah's Philosphy of education and its application in the modern age,(Thesis P.hD),Punjab University,Lahore,2000,P78

(۲۲) محمد عبداللہ، شاہ ولی اللہ کے معاشی نظریات کا تحقیقی مطالعہ، (مقالہ پی۔ایچ۔ڈی)، جامعہ کراچی، ۲۰۰۵ء، کراچی، ص ۶۳۸

(۲۳) آسیہ کریم، شاہ ولی اللہ کا نظریہ اخلاق، (مقالہ پی۔ایچ۔ڈی)، پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۰۷ء، لاہور، ص ۷

(۲۴) طاہر خان، شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ بحیثیت مجدد: تقابلی جائزہ، (مقالہ پی۔ایچ۔ڈی) نمل یونی ورسٹی، ۲۰۰۷ء، اسلام آباد، ص ۲۳۲۔۲۴۹